رسائل و مسائل

سسرالی رشتے داروں کے ساتھ طرز عمل

سوال : ہم اپنے گھر میں اپنے والد کا رویہ اپنی والدہ کے رشتے داروں کے ساتھ بہت غیر دانش مندانہ پاتے ہیں۔ ہماری والدہ اپنے سسرال والے ہر رشتے دار کی عزت کرتی ہیں۔ بزرگوں کی خدمت کرتی ہیں۔ گھر آنے پر خاطر تواضع کرتی ہیں۔ ان کے حقوق کا حتی الامکان خیال رکھتی ہیں۔ مگر ہماری والدہ کے رشتے دار' چاہے بزرگ ہوں یا بچے' آجائیں تو ہمارے والد صاحب کے ماتھے پر تیوریاں چڑھ جاتی ہیں' گھر میں خواہ مخواہ تناؤ کی فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ نہ کسی بزرگ کا لحاظ کرتے ہیں' نہ ان کے پاس بیٹھتے ہیں اور نہ خوش دلی سے ان کے سلام اور گفتگو کا جواب دیتے ہیں۔ حالانکہ میرے ننھیال والے کبھی کبھار ہمارے گھر آتے ہیں اور وہ بھی صرف والدہ کے بہن بھائی یا ماں باپ۔ اور ان کے خلوص کا عالم یہ ہے کہ کبھی نہ گلہ کیا نہ شکوہ۔ ہماری امی کے لیے یہ بات کس قدر اذیت دینے والی اور دل توڑنے والی ہے' اس کا اندازہ ہم کرتے ہیں مگر ہماری والدہ کی عظمت اور اعلیٰ ظرفی دیکھیے کہ' وہ پھر بھی ہمیں اس معاملے میں کچھ نہیں کہنے دیتیں کہ تمھارے باپ کی کمائی ہے' وہ جس کو چاہے گھر میں آنے سے روکے' یا پسند کرے یا نہ کرے' ملے یا نہ ملے' اس کا گھر ہے۔ ہر کسی کو اپنا اپنا ظرف اور عمل اپنے رب کو دکھانا ہے۔ ہمارے والد نے اپنے سسرال میں غمی خوشی میں کبھی خوش دلی اور دل کی رضامندی سے شرکت نہیں کی اور لین دین کے معاملے میں بھی ہمیشہ پہلو بچاتے ہیں۔

ہم صرف یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا بیوی کے رشتے دار کے کوئی حقوق نہیں ہوتے؟ ہمارے والد کا کہنا ہے کہ وہ میری ذمہ داری میں نہیں ہیں کہ ان کی شادی' تقاریب وغیرہ میں تحائف دیا کروں؟ وہ ہمیشہ والدہ کے اعزہ واقربا کی تحقیر کرتے ہیں اور استہزا کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ کیا بیوی کا حق نہیں کہ اس کے قریبی رشتے دار اس کے گھر میں آئیں اور وہ ان کی خاطر تواضع کرے۔ ان کے پاس وقت گزارے؟ کیا وہ رشتے داروں کے ساتھ ساتھ مہمان کا درجہ نہیں رکھتے؟ کیا داماد' بہنوئی' ہم زلف کا یہ فرض نہیں کہ وہ گھر میں آئے مہمانوں کو وقت دے؟ کیا ہمارے والد بیمار ذہن

کے مالک ہیں کہ وہ ہماری والدہ کے جذبات کا بالکل احساس نہیں رکھتے؟ کیا گھر کی راج دھانی میں ہماری والدہ کا درجہ صرف سسرال والوں کی اور شوہر کی خادمہ کا ہے؟ ہم اپنی والدہ کی جذباتی کیفیت کو جانتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی صحت متاثر نہ ہو جائے اور والد کے کبر نفس کا شکار ہو کر ہم اپنی پیاری والدہ سے محروم نہ ہو جائیں۔

دل توڑنے' عزت نفس پامال کرنے' جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچنے پر جو تکلیف ہوتی ہے' کیا اس کی سزا ہوتی ہے؟ جیسے کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ......

جواب : بنیادی طور پر ایک معاشرتی (social) دین ہونے کے سبب اسلام خاندانی نظام' حقوق العباد اور رشتوں کے احترام کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ اس میں وہ رشتے بھی شامل ہیں جو نسباً یا صہراً وجود میں آتے ہیں' یعنی جن کا تعلق خون سے ہو یا جو عقد نکاح کے نتیجے میں وجود میں آجائیں۔ دونوں کے حوالے سے سورہ النحل میں فرمایا گیا: اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (مال / خرچ) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو (النحل ۱۶:۹۰)۔ اسی مضمون کو سورہ بنی اسرائیل میں یوں فرمایا گیا: اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ (۱۷:۲۶)۔ مزید ملاحظہ ہو سورہ الروم ۳۰:۳۸)۔

حقیقی والدین کے حوالے سے قرآن کریم نے بہت واضح طور پر حکم دیا ہے کہ ان پر خرچ بھی کیا جائے' ان کی بات بھی مانی جائے' اور ان کے بظاہر غیر ضروری تبصروں اور بے جا مطالبات پر اُف بھی نہ کی جائے۔ ہاں' اگر وہ شرک کا حکم دیں تو اطاعت نہ کی جائے۔ عقد نکاح کے نتیجے میں سسر اور ساس سے جو رشتہ قائم ہوتا ہے وہ بھی والدین کی طرح احترام کا رشتہ ہے اور ان کی عزت ویسی ہی کی جانی چاہیے جیسی حقیقی ماں باپ کی کی جاتی ہے۔ ایسے ہی بیوی کے بھائی یا بہن کی حیثیت بھائی یا بہن کی ہو جاتی ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اسلامی نظام معاشرت کا جز بن جاتا ہے۔

اسلام بیوی کے بھائی بہن یا والد والدہ کے ساتھ کس قسم کا رویہ چاہتا ہے' اسے سمجھنے کے لیے صرف ایک واقعہ کافی ہے۔ یہ بات کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ خدیجہؓ سے انتہائی قلبی تعلق تھا۔ حدیث سے ثابت ہے کہ ان کی حقیقی بہن یا بھائی نہیں بلکہ صرف ایک سہیلی جب حضور نبی کریمؐ سے ملنے آتی ہیں تو آپؐ ان کے لیے اپنی چادر مبارک فرش پر بچھا دیتے ہیں!

اگر ایک شوہر اپنی بیوی کے بھائی' بہن یا والدین کے ساتھ بھلائی' نرمی و محبت اور عزت و احترام اور گرم جوشی سے پیش آتا ہے تو یہ ان کا حق ہے' ان پر احسان نہیں ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو حقوق العباد کو پامال کرتا ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق میں معافی دے سکتا ہے مگر حقوق العباد کو معاف

نہیں فرماتا۔ اس لیے ایک شخص کو مثالی باپ بننے کے لیے اس اہم پہلو کی طرف متوجہ ہونا ہو گا اور اپنی اہلیہ کے بھائی اور والدین کی خاطر تواضع اور دل جوئی وغیرہ ویسے ہی کرنی ہو گی جیسی وہ اپنے والدین کی کرتا ہے۔ ان کی حیثیت لازماً ایک مہمان سے بڑھ کر ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے طور طریقے ہندستانی معاشرے سے آگئے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سسرالی رشتہ داروں کو جنھیں انگریزی میں in laws کہا جاتا ہے' out laws سمجھ لیا گیا ہے۔ اس کی فوری اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ بیمار ذہن کی نہیں' بیمار ثقافت کی علامت ہے۔

یہ تصور بھی اصلاح طلب ہے کہ بیوی ایک "خادمہ" ہے۔ دراصل سربراہ خاندان' خاندان کا خادم ہے اور بیوی کو یہ حق شریعت نے دیا ہے کہ وہ شوہر کی حیثیت کی مناسبت سے اس سے گھر کے کام کاج کے لیے خادم کا مطالبہ کر سکے۔ رہا جذبات و احساسات کے مجروح ہونے کی "دیت"' تو حقیقت یہ ہے کہ اسلام دوسروں کے احساسات و جذبات کے احترام کا شدت سے قائل ہے اور قرآن و حدیث بار بار خوش گفتاری' نرمی' محبت' عفوودرگزر' قول حسن' قول لین کا ذکر اسی لیے کرتا ہے کہ خیال خاطر احباب کا اہتمام ہو اور دل کے آبگینوں کو ٹھیس نہ پہنچ پائے۔

آپ کو چاہیے کہ دل کو ٹھیس پہنچانے والے کے لیے سزا پر غور کرنے کی جگہ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ایسے فرد کو ہدایت دے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی روشنی میں حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق دے (ڈاکٹر انیس احمد)۔

رضاکارانہ طور پر وراثت سے دست برداری

س: ہم ایک مسلمان ملک میں رہتے ہیں لیکن ہمارے قوانین و روایات اسلام سے متصادم نظر آتی ہیں۔ ان میں وراثت میں لڑکی کا حصہ دینا اور جہیز نمایاں ہیں۔ ہم میں سے جو لوگ صوم و صلوٰۃ کے پابند بھی ہیں ان میں بھی یہ چیز پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی لڑکی اپنے اس حق کا مطالبہ کر لے تو معیوب سمجھی جاتی ہے۔ بہن بھائی اس سے تعلقات تک قطع کر لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں میرے سوالات یہ ہیں:

۱۔ اگر لڑکی وراثت میں سے اپنا حصہ خود لینا نہیں چاہتی تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟ کیا اسے ایسا کرنا چاہیے یا نہیں؟

۲۔ کیا لڑکی کو جہیز دینے کے بعد وراثت کا حق باقی نہیں رہتا؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

۳۔ والد بیٹے کی معاشی بہبود کا پابند ہے۔ کیا بیٹی کو جہیز دینے کے بعد اس کا معاشی حق ختم ہو جاتا ہے؟ عورت کے معاشی حقوق کیا ہیں؟

ج : آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ ہمارے ہاں بہت سی ایسی رسوم رواج پاگئی ہیں جو اسلام کی واضح تعلیمات کے منافی ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکیوں پر دباؤ ڈال کر انھیں وراثت سے محروم کرنا ہے۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو پامال کرنا ہے اور اس بنا پر تعلقات کا منقطع کرنا قرآن کریم کی اصطلاح میں قطع رحمی ہے' جو ہر لحاظ سے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اگر ایک لڑکی بغیر کسی دباؤ کے وراثت میں اپنا حصہ نہ لے یا لینے کے بعد کسی اور کو دے دے' تو اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن اس کو رواج بنانا اسلامی روح کے منافی ہو گا۔ اسلام چاہتا ہے کہ وراثت کے ذریعے مال کا ارتکاز ایک ہاتھ میں نہ ہو اور منفعت میں نسبی رشتہ دار شریک ہوں۔

جہیز کا کوئی تعلق وراثت سے نہیں ہے۔ کیونکہ جو چیز ایک شخص اپنی زندگی میں دیتا ہے وہ گویا ایک ہدیہ ہے اور اصول تملیک کی بنا پر جو جسے چاہے اور جتنا چاہے دے سکتا ہے۔ وراثت صرف اس ترکہ میں ہے جو کسی کے انتقال کے بعد پایا جائے۔ کسی لڑکی کو جہیز دینے سے اس کا حق وراثت ختم نہیں ہو جاتا اور نہ ہی اس میں کمی آجاتی ہے۔

یہ تصور کہ والد لازمی طور پر بیٹے کو اپنے مرنے کے بعد کچھ دے' چاہے وہ اس بنا پر بیٹی کو شرعی حق سے محروم کر دے' ایک غیر منطقی بات ہے۔ اگر ایک شخص کی مالی حالت زیادہ مستحکم نہیں ہے تو وہ اپنی بساط کے مطابق ہی اپنی بیٹی کو جہیز دے اور جس حد تک ممکن ہو بیٹے کے لیے بھی کرے۔ اس کے بیٹے کو بھی یہ بات سمجھنی چاہیے کہ رزق میں وسعت و برکت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جتنا ایک شخص اللہ کے دین کی پیروی کرتے ہوئے اسے خوش کرنے کے لیے اپنے رشتہ داروں' اولاد وغیرہ پر خرچ کرتا ہے اللہ اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ اسے غیب سے فراہم کر دیتا ہے (ا-ا)۔

زکوٰۃ کا بے جا استعمال

س : حکومت آزاد کشمیر نے ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کوٹلی کو ڈھائی لاکھ روپے فراہم کیے ہیں جن کے ساتھ سرکلر میں وضاحت درج ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ فنڈ سے فراہم کی جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وکلا حضرات (جو کہ خود زکوٰۃ ادا کرنے کے اہل ہیں) بہ حیثیت ادارہ زکوٰۃ فنڈ کی اس رقم سے مستفید ہو سکتے ہیں؟ مثلاً بار روم کی تعمیر' لائبریری کے لیے کتب' پبلک ٹائلٹ کی تعمیر وغیرہ۔ اگر نہیں تو بار اکاؤنٹ میں پہنچ جانے والی زکوٰۃ فنڈ کی رقم کو کس مصرف میں لایا جا سکتا ہے؟

علاوہ ازیں کیا زکوٰۃ فنڈ کی رقم سے وزرا حضرات کا بیرون ملک علاج' دورے وغیرہ نیز مالی طور پر مستحکم' بااثر لوگوں کی تالیف قلب کے لیے استعمال' قرآن و حدیث کی روشنی میں جائز ہے؟

ج : زکوٰۃ کی رقم کے حوالے سے قرآن کریم نے سورہ توبہ میں وضاحت کر دی ہے کہ "یہ صدقات تو

دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو ملاقات کے کام پر مامور ہوں' اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافرنوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے (التوبة ۹:۶۰)۔

یہاں جن آٹھ مصارف زکوٰۃ (صدقات) کا ذکر کیا گیا ہے ان پر اگر قیاس بھی کیا جائے تو ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن قطعاً ان میں سے کسی کی تعریف میں نہیں آتی۔

بار ایسوسی ایشن کے ذمہ داروں کا فرض ہے کہ وہ اس رقم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ مصارف میں استعمال کریں اور جن حضرات نے یہ رقم انھیں دی ہے ان کا بھی فرض ہے کہ دین کے معاملات میں ذمہ دار حضرات سے مشورے کے بعد ہی اس طرح کے اقدامات اٹھائیں۔ زکوٰۃ کی رقم کوئی ٹیکس نہیں ہے کہ اسے جہاں چاہیں مفاد عامہ (public welfare) میں استعمال کریں۔ ان کے استعمالات مخصوص کر دیے گئے ہیں اور انھی میں اس کا استعمال ہونا چاہیے۔

کسی مالی طور پر مستحکم شخص کا زکوٰۃ کی رقم پر بیرون ملک جانا زکوٰۃ کا بے جا استعمال ہے۔ زکوٰۃ کو مالی طور پر مستحکم افراد کی تالیف قلب کے لیے بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی نومسلم ہوں اور ان کی تالیف قلب کے لیے اس کو استعمال کیا جائے تو وہ جائز ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب! (ا-ا)۔

حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے
جانے والوں کے لیے بھی
-----اور نہ جانے والوں کے لیے بھی

خصوصی تحفہ

۵ کتابچے ۲۰ روپے میں

خرم مراد کی تحریریں حب الٰہی سے سرشار کرتی ہیں

☆ حج کا پیغام ☆ حاجی کے نام ☆ حج وداع کی داستان

☆ نالہ نیم شب ☆ رب کے در پر (مسلم سجاد)

دیدہ زیب لفافے میں

منشورات' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور - 54570 ' فون : 5425356 فیکس : 7832194